اسلامی ریاست کی معاشی ذمہ داریاں

جناب محمد نجات اللہ صاحب صدیقی ایم۔ اے
لکچرر شعبۂ معاشیات۔ مسلم یونیورسٹی۔ علی گڑھ

(۱)

اسلامی ریاست کی بنیادی ذمہ داریاں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر، اپنے شہریوں کی اسلامی تعلیم و تربیت، دفاع، دنیا کو حق کی طرف دعوت اور اس سلسلہ میں اگر ضرورت پڑے تو جہاد، اور ملک میں عدل و قسط اور امن و امان کے قیام کے ذریعہ جان و مال کا تحفظ کرنا ہے۔ یہاں ان ذمہ داریوں سے بحث نہیں اس مقالہ میں ہم اسلامی ریاست کی ان ذمہ داریوں کا قدرے تفصیلی جائزہ لیں گے جو خالصۃً معاشی ہیں۔ ان ذمہ داریوں میں کفالتِ عامہ، معاشی ترقی کا اہتمام اور تقسیمِ دولت کے اندر پائے جانے والے تفاوت کو کم کرنا شامل ہے۔

۱۔ کفالت عامہ۔

کفالتِ عامہ سے مراد یہ ہے کہ دارالاسلام کے حدود کے اندر بسنے والے ہر انسان کی بنیادی ضروریاتِ زندگی[۱] کی تکمیل کا اہتمام کیا جائے۔ یہ اہتمام اس درجہ تک ہونا چاہیئے کہ کوئی فرد ان ضروریات سے

[۱] ہر وہ ضرورت بنیادی ضرورت ہے جس پر کسی انسان کی زندگی کی بقا کا انحصار ہو۔ شریعت کی کسی نص میں ان ضرورتوں کی صراحت نہیں کی گئی ہے مگر خود یہ اصول نصوص سے ثابت ہے جیسا کہ آگے بیان کیا جائے گا۔ اس فقرہ میں جن چار ضرورتوں کا ذکر کیا گیا ہے ان کی نوعیت یہ ہے کہ ان کی عدم تکمیل آدمی کی جان کو خطرہ میں ڈال دیتی ہے۔ متعلقہ نصوص اور ان کے مطابق عمل کی نظیروں سے یہ استنباط کیا جا سکتا ہے کہ کم از کم ان ضرورتوں کی تکمیل اس اصول کا لازمی تقاضا ہے۔

محروم نہ رہے ۔ ان بنیادی ضروریات میں غذا، لباس، مکان اور علاج لازماً شامل ہیں ۔

اس کا مطلب یہ نہیں کہ اسلامی ریاست اس بات کی ذمہ دار ہے کہ ہر فرد کو ان ضروریات کی تکمیل کرنے والی اشیاء اور خدمات کی مطلوبہ یا ضروری مقداریں بہم پہونچاتی رہے، بلا لحاظ اس کے کہ وہ خود اپنے مال سے، یا اپنی محنت کے ذریعہ کسب مال کر کے ان ضروریات کو پورا کر سکتا ہے یا نہیں ۔ جیسا کہ ہمیشہ سے ہوتا چلا آیا ہے، عام حالات میں عام افراد ان ضروریات کو خود اپنے بل بوتے پر پورا کرتے رہیں گے، بقدرِ ضرورت مال نہ حاصل کر سکنے والے افراد کو اپنے خاندان یا عام افرادِ اجتماع سے اتنی مدد مل سکے گی کہ وہ اپنی ضروریات پوری کر سکیں۔ صنعتی کارخانوں میں کام کرنے والے مزدوروں کو عارضی بے روزگاری، مرض، بڑھاپے یا کسی حادثہ کے سبب معذور ہو جانے کی حالت میں کارخانہ یا متعلقہ صنعت سے اتنا امدادی وظیفہ دلوانے کا اصول بنایا جا سکتا ہے جو ان کی ضروریات کے لئے کافی ہو۔ سماجی تحفظ (Social security) کے ان انتظامات کو سامنے رکھتے ہوئے اس اصول کا منشا یہ ہے کہ اگر کسی وجہ سے کوئی فرد ان انتظامات کے باوجود اس حال میں پایا جائے کہ وہ اپنی بنیادی ضروریات کی تکمیل سے قاصر ہو تو بالآخر اسلامی ریاست اس بات کی ذمہ دار ہو کہ وہ فرد ان وسائل حیات سے محروم نہ رہے جو ضروریاتِ زندگی کی تکمیل کے لئے درکار ہیں ۔ ریاست کو ایسا نظم قائم کرنا پڑے گا کہ محروم افراد اپنی محرومی کا ثبوت فراہم کر کے بآسانی اور بلا تاخیر اجتماعی خزانہ سے بقدرِ ضرورت مال حاصل کر سکیں، اور دارالاسلام کا کوئی باشندہ بھوکا، ننگا، بے ٹھکانا اور مرض کی حالت میں بے علاج نہ رہے ۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اصول واضح فرما دیا ہے کہ اصحاب امر محروم افراد کی ضروریات کی تکمیل کے ذمہ دار ہیں، جیسا کہ ذیل کی احادیث سے معلوم ہوتا ہے ۔

حدثنا سلیمٰن بن عبد الرحمٰن الدمشقی	ہم سے سلیمان بن عبد الرحمٰن دمشقی نے بروایت
نا یحیی بن حمزۃ قال حدثنی ابن ابی	یحیٰی بن حمزہ یہ حدیث بیان کی ہے کہ انھوں نے کہا ہے
مریم ان القاسم بن مخیمرۃ اخبرہ ان	کہ مجھ سے ابن ابی مریم نے حدیث بیان کی ہے کہ قاسم بن

ابا مریم الازدی اخبرہ . قال: دخلت علی معاویۃ فقال ما انعمنا بك ابا فلانٍ - وھی کلمۃ تقولها العرب - فقلت حدیثا سمعته اخبرك به - سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم یقول: من ولاہ اللّٰہ عزّ وجلّ شیئا من امور المسلمین فاحتجب دون حاجتهم وخلّتهم وفقرهم احتجب اللّٰہ تعالی عنه دون حاجته وخلّته وفقرہ ." قال: فجعل رجلاً علی حوائج الناس [51]

مخیمرہ نے انھیں خبر دی ہے کہ ابو مریم الازدی نے ان سے کہا ہے کہ میں معاویہ کے پاس گیا۔ انھوں نے کہا:- ابو فلاں! کیسے تشریف لائے۔ میں نے کہا آپ کو ایک حدیث سنانے آیا ہوں جسے میں نے سنا ہے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہو کہ "جسے اللہ عز وجل نے مسلمانوں کے بعض امور کا نگراں بنایا اور وہ ان کی ضروریات اور فقر سے بے پرواہ ہو کر بیٹھ رہا، اللہ تعالیٰ اس کی ضروریات اور فقر سے بے نیاز ہو جائے گا۔"
راوی کہتا ہے کہ معاویہ نے (یہ سن کر) ایک آدمی کو عوام کی ضروریات (پوری کرنے) پر مامور کر دیا۔

حدثنا احمد بن منیع ثنا اسمعیل بن ابراهیم قال ثنی علی بن الحکم ثنی ابو الحسن قال قال عمرو بن مرّۃ لمعاویۃ انی سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم یقول: ما من امامٍ یغلق بابه دون ذوی الحاجۃ والخلّۃ والمسکنۃ الا اغلق اللّٰہ ابواب السماء دون خلّته وحاجته ومسکنته" فجعل معاویۃ رجلاً علی حوائج الناس [52]

ہم سے احمد بن منیع نے حدیث بیان کی ہے کہ ہم سے اسمٰعیل بن ابراہیم نے حدیث بیان کرتے ہوئے کہا ہو کہ مجھ سے علی بن الحکم نے حدیث بیان کی ہو کہ مجھ سے ابو الحسن نے حدیث بیان کرتے ہوئے کہا ہو کہ: عمرو بن مرہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہو کہ: "جو امام ضرورتمندوں، فقراء اور مساکین پر اپنے دروازے بند کر لیتا ہو اللہ اس کی ضروریات، فقر اور مسکین پر آسمان کے دروازے بند کر لیتا ہے۔" (یہ سن کر) معاویہ نے ایک آدمی کو عوام کی ضروریات (پوری کرنے پر) مامور کر دیا

---

۵۱ ابوداؤد - کتاب الخراج والفئ والامارۃ - باب فیما یلزم الامام من امر الرعیۃ والاحتجاب عنهم

۵۲ ترمذی - کتاب الاحکام - باب ما جاء فی امام الرعیۃ -

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے واضح ہے کہ اگر صاحب امر ضرورت مند افراد کی ضروریات پوری کرنے کا اہتمام نہ کرے گا تو اللہ تعالےٰ کی سخت ناراضگی مول لے گا۔ یہ وعید اس بات کے لئے کافی ہے کہ تکمیلِ ضروریات کو اسلامی ریاست کی ذمہ داری قرار دیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو فرمانِ نبویؐ کے ذریعہ ان کی ذمہ داری یاد دلائی گئی تو انھوں نے ضروری سمجھا کہ اس کو پورا کرنے کا اہتمام کریں۔

اسلامی ریاست کی اس ذمہ داری کی اہمیت کا اندازہ 'خلافت' کی اس تعریف سے بھی کیا جا سکتا ہے جو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے کی ہے اور جسے سُن کر کعب احبار رضی اللہ عنہ نے اس کی تصویب فرمائی ہے۔

عن سلمان قال: ان الخلیفۃ ھو الذی یقضی بکتاب اللہ ویشفق علی الرعیۃ شفقۃ الرجل علی اھلہ فقال کعب الاحبار۔ صدق[۵۱]	سلمان (فارسی) نے کہا "خلیفہ وہ ہے جو کتاب اللہ کے مطابق فیصلے کرے اور رعایا پر اس طرح شفقت کرے جس طرح آدمی اپنے اہل و عیال پر شفقت کرتا ہے" یہ سُن کر کعب احبار نے کہا "سچ کہا"

رعایا کی ضروریاتِ زندگی کی تکمیل کا اہتمام دراصل اس 'خیرخواہی' کے اندر شامل ہے جو صاحب امر پر لازم قرار دی گئی ہے۔ جو صاحب امر رعایا کے ساتھ پوری خیرخواہی نہ برتے اس کا اُخروی انجام بُرا ہوگا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

"ما من عبدٍ یسترعیہ اللہ رعیۃ فلم یحطھا بنصیحۃ لم یجد رائحۃ الجنۃ"[۵۲]	جس بندہ کو اللہ نے کسی رعایا کا حکمراں بنایا اور اُس نے اُس کے ساتھ پوری طرح خیرخواہی نہ برتی وہ جنت کی خوشبو بھی نہ پا سکے گا۔

ظاہر ہے کہ یہ بات خیرخواہی' ایک اولین تقاضوں میں سے ہو کہ جن ضروریات کی عدم تکمیل

۵۱ ابو عبید۔ کتاب الاموال طبع قاہرہ ۱۳۴۷ھ صفحہ ۶ نمبر ۱۲

۵۲ بخاری۔ کتاب الاحکام۔ باب من استرعی رعیۃ فلم ینصح "

سے آدمی کی جان ضائع ہوجانے کا اندیشہ ہو ان کو پورا کرنے کا اہتمام کیا جائے ۔

شریعت نے اسلامی ریاست کو اپنے تمام شہریوں کا ولی (سرپرست) قرار دیا ہے۔ اس سرپرستی کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ افراد کی بنیادی ضروریات کی تکمیل کا اہتمام کیا جائے ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ۔

اللہ ورسولہ مولیٰ من لا مولیٰ لہ ۵۱	جس کا سرپرست کوئی نہ ہو اس کا سرپرست اللہ اور اس کا رسول ہے ۔
السلطان ولی من لا ولی لہ ۵۲	جس کا کوئی سرپرست نہ ہو اس کی سرپرست حکومت ہو ۔

یہ بات کہ یہ سرپرستی صرف 'نکاح' کے معاملہ تک محدود نہیں بلکہ ایک عمومی سرپرستی ہے جس میں رعایا کی ضروریات کی تکمیل بدرجہ اولیٰ شامل ہو ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُس خط سے صاف ظاہر ہے جو آپ نے ایک نومسلم قبیلہ کے سردار زرعہ بن ذی یزن کے نام لکھا تھا: آپ سردار کے توسط سے اس کے قبیلہ "حمیر" کے لوگوں کو مخاطب کرکے فرماتے ہیں ۔

وانی آمرکم یا حمیر خیرًا، فلا تخونوا، ولا تحادّوا، وان رسول اللہ مولیٰ غنیکم و فقیرکم وان الصدقۃ لا تحل لمحمد ولا لاھلہ، انما ھی زکاۃ تزکون بھا لفقراء المومنین ...." ۵۳	اہل حمیر میں تمہیں بھلی روش اختیار کئے رہنے کی تلقین کرتا ہوں ۔ نہ خیانت کرنا اور نہ مخالفانہ روش اختیار کرنا ۔ اللہ کا رسول تمہارے امیر اور غریب تمام لوگوں کا سرپرست ہے ۔ صدقہ کا مال محمد یا اس کے گھر والوں کے لئے جائز نہیں ہے بلکہ یہ زکاۃ ہے جسے تم (اپنی پاکیزگی کے لئے) غریب مسلمانوں کے لئے نکالتے ہو ۔

اس خط میں اہل حمیر کو یہ بتایا گیا ہے کہ ان سے اُن کے مال کا جو حصہ بطور زکوٰۃ وصول

---

۵۱ ترمذی ۔ ابواب الفرائض ۔ باب ماجاء فی میراث الخال

۵۲ ایضاً ابواب النکاح ۔ باب ماجاء لا نکاح الا بولی اور ابوداؤد کتاب النکاح ۔ باب الولی

۵۳ ابوعبید ۔ کتاب الاموال ۔ صفحہ ۲۰۲ نمبر ۵۱۶

کیا جائے گا وہ صدرِ ریاست کے ذاتی مصرف میں نہیں آئے گا بلکہ ضرورت مند مسلمانوں کو دیا جائے گا" ان کو اطاعت ترک کر کے سرکشی کی روش اختیار کرنے یا امانت ترک کر کے ادائے عشر و زکوٰۃ میں خیانت کرنے سے منع کیا گیا ہے اور یہ اطمینان دلایا گیا ہے کہ جو خود بھی ضرورت یا مصیبت سے پریشان ہوگا، خواہ وہ امیر ہو یا غریب، اللہ کا رسول اس کو سہارا دینے کے لئے موجود ہے۔ ظاہر ہے کہ یہاں "رسول اللہ" سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حیثیت پیشِ نظر ہے جو اسلامی ریاست کے صدر کے طور پر آپ کو حاصل تھی۔ یہ بات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایک اثر سے بالکل واضح ہو جاتی ہے۔ آپ نے حضرت ابو عبیدہ بن الجرّاح کو ایک خط لکھا تھا جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد " اللہ و رسولہ مولیٰ من لا مولیٰ لہ" کا حوالہ دیکر ریاست کی ذمہ داری کی طرف اشارہ کیا تھا[۵۱]

اس "سرپرستی" میں بنیادی ضروریات کے علاوہ، بشرطِ گنجائش، افراد کی دوسری ضروریات کی تکمیل بھی داخل ہو جاتی ہے۔ فتوحات کے بعد جب بیت المال میں کافی مال آنے لگا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اعلان فرمادیا کہ جو لوگ مقروض ہوں اور وفات پا جائیں ان کے قرضے اسلامی ریاست کے خزانے سے ادا کئے جائیں گے۔ فرمایا:۔

انا اولیٰ بالمومنین من انفسھم فمن توفی وعلیہ دینٌ فعلیّ قضاءہ [۵۲]	میں مسلمانوں سے اُن کے اپنے افراد کی بہ نسبت زیادہ قریب ہوں۔ پس جو مقروض وفات پائے اس کے قرض کی ادائیگی میرے ذمہ ہوگی۔
..... فلما فتح اللہ علیہ الفتوح قال: " انا اولیٰ بالمومنین من انفسھم فمن توفی من المومنین فترک	..... پھر جب اللہ نے آپ پر فتوحات کا دروازہ کھول دیا تو آپ نے فرمایا: "میں مسلمانوں سے اُن کے اپنے افراد کی بہ نسبت زیادہ قریب ہوں۔ لہذا جو مسلمان قرض چھوڑ کر

۵۱ ملاحظہ ہو۔ ترمذی۔ ابواب الفرائض۔ باب ماجاء فی میراث الخال

۵۲ ابو عبید۔ کتاب الاموال صفحہ: ۲۲

دینًا فعلیّ قضاءہ ومن ترك مالاً فلورثتہ" [1]

وفات پائے اس کے قرض کی ادائیگی میرے ذمہ ہوگی اور جو مال چھوڑ جائے وہ اس کے وارثوں کے لئے ہوگا۔

ایک دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے قرض کے علاوہ دوسری ذمہ داریوں، مثلاً بے سہارا اہل و اولاد کی کفالت، کے سلسلہ میں بھی یہی اعلان فرمایا۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ترك مالاً فلاھلہ ومن ترك ضیاعًا فالیّ ۔

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مال چھوڑ جائے تو وہ مال اس کے گھر والوں کے لئے ہے اور جو کسی کو بے سہارا چھوڑ جائے تو اس کی ذمہ داریاں میرے سر ہوں گی۔

ھذا حدیث حسن صحیح ......

(امام ترمذی فرماتے ہیں) یہ حدیث حسن اور صحیح ہے

...... ومعنی قولہ ترك ضیاعًا یعنی ضائعاً لیس لہ شیٔ، فالیّ، یقول انا اعولہ و انفق علیہ [2]

... ترک ضیاعًا کے معنیٰ یہ ہیں کہ اس حال میں چھوڑ جائے کہ اُس (بچے وغیرہ) کے پاس کچھ بھی نہ ہو۔ فالیّ کے معنیٰ یہ ہیں میں اس کی کفالت کروں گا اور اس پر مال خرچ کروں گا۔

اسی مفہوم کی ایک حدیث ابو عبید نے حضرت مقدام بن معدی کرب سے روایت کی ہے جس سے بات اور زیادہ واضح ہو جاتی ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من ترك مالاً فلورثتہ ومن ترك کلاً فالیّ اللہ وربما قال: فالی اللہ ورسولہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو متوفی مال چھوڑ جائے تو وہ اس کے وارثوں کے لئے ہے اور جو ذمہ داریاں چھوڑ کر مرے وہ اللہ کے ذمہ ہیں ۔ اور کبھی یہ فرمایا کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے ذمہ ہیں۔

---

[1] بخاری ۔ کتاب النفقات باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم من ترک کلاً او ضیاعًا فالیّ ۔ یہی حدیث بعض الفاظ کے اختلاف کے ساتھ مسلم، ترمذی اور نسائی میں بھی آئی ہے۔

[2] ترمذی ۔ ابواب الفرائض ۔ باب ما جاء من ترک مالا فلورثتہ ۔

قال ابو عبید : الکل عندنا	ابو عبید کہتا ہے کہ ہمارے نزدیک "کل" میں وہ تمام افراد
کل عیّلٍ ، والذریۃ منھم۔[۵۱]	شامل ہیں جنکی کفالت متوفی کے ذمہ ہو۔ اور بچے بھی اسمیں شامل ہیں

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو افراد اسلامی ریاست کی صدارت کے منصب پر فائز ہوئے ان کو اپنی ان وسیع ذمہ داریوں کا پورا شعور تھا۔ اس حقیقت پر خلافتِ راشدہ کی پوری تاریخ گواہ ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی ذمہ داریاں گناتے ہوئے ایک عام خطبہ میں یہ فرمایا تھا:۔

ایّھاالناس ان اللہ قد کلّفنی	لوگو! اللہ نے مجھے اس بات کا ذمہ دار قرار دیا ہے
ان اصرف عنہ الدعاء [۵۲]	کہ میں اس کے حضور کی جانے والی دعاؤں کو روکوں۔

اس ارشاد کی تشریح کرتے ہوئے مشہور شافعی فقیہہ ابو محمد عزّالدین عبد العزیز بن عبدالسّلام (م ۶۶۰ ھ) لکھتے ہیں:۔

"اللہ کے حضور کی جانے والی دعاؤں کو روکنے کا مطلب یہ ہے کہ امام ظالموں کے مقابلہ میں مظلوموں کے ساتھ انصاف کرے، اور ان کو اس بات کی ضرورت نہ پڑنے دے وہ اللہ سے انصاف کے طالب ہوں۔ اسی طرح وہ لوگوں کی ضروریات اور حاجتیں پوری کرے تاکہ ان کو اس کی ضرورت باقی نہ رہے کہ ربّ العالمین سے ان کی تکمیل کے طالب ہوں۔ (حکمرانوں پر) مسلمانوں کے جملہ حقوق کے بیان میں یہ جملہ کتنا جامع اور واضح ہے۔" [۵۳]

اسی اصول کا اعلان حضرت عمرؓ نے اس وقت بھی فرمایا تھا جب آپ سعد بن مالک الزہریؓ کو عراق کا امیر بنا کر بھیج رہے تھے۔

"انّی بینکم و بین اللہ ولیس	تمہارے اور اللہ کے درمیان میں ہوں اور میرے اور اللہ
بینی و بینہ احدٌ ، و ان اللہ	کے درمیان کوئی بھی نہیں۔ اللہ نے میرے لئے ضروری قرار

---

۵۱ ابو عبید : کتاب الاموال صفحہ ۲۳۷

۵۲ ابو محمد عزالدین عبدالعزیز بن عبدالسّلام : قواعدالاحکام فی مصالح الانام ۔ مکتبہ حسینیہ مصر ۔ طبع ۱۹۳۴ء جلد اوّل صفحہ ۱۴۸

۵۳ ایضًا۔

قدالزمنی دفع الدعاء عنه فانهوا شکاتکم الینا فمن لم یستطع فالی من یبلغناها ناخذ له الحق غیر متعتع ؎

دیا ہے کہ میں اس کے حضور کی جانے والی دعاؤں کو روکوں لہذا تم لوگ اپنی شکایتیں میرے پاس بھیجو۔ جو خود ایسا نہ کرسکے وہ کسی ایسے آدمی کی بات پہونچا دے جو اسے مجھ تک پہنچا سکے تو ہم اس کا حق بغیر کسی تذبذب کے وصول کرادیں گے۔

عوام کی معاشی ضروریات کی تکمیل کا امیرالمومنین کو کتنا خیال تھا اس کا اندازہ اس خطبہ سے بھی کیا جاسکتا ہے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قادسیہ کی فتح کی خوشخبری سنانے کے بعد عوام کے سامنے دیا تھا۔ اس میں آپ نے فرمایا۔

انی حریص علی ان لا ادع حاجةً الا سددتها ما اتسع بعضنا بعضًا فاذا عجز ذلك عنا تأسینا فی عیشنا حتی نستوی فی الکفاف۔ ولوددت انکم علمتم من نفسی مثل الذی وقع فیها لکم، ولست معلمکم الا بالعمل - انی واللّٰہ لست بملك فاستعبدکم ولکنی عبد اللّٰہ عرض علیّ الامانة فان ابیتها ورددتها علیکم واتبعتکم حتی تشبعوا فی بیوتکم وترووا سعدت بکم وان انا حملتها

مجھے اس بات کی بڑی فکر رہتی ہے کہ جہاں بھی کوئی ضرورت دیکھوں اسے پورا کردوں، جب تک کہ ہم سب مل کر اسے پورا کرنے کی گنجائش رکھتے ہوں۔ جب ہمارے اندر اتنی گنجائش نہ رہ جائے تو ہم باہمی امداد کے ذریعہ گذر اوقات کریں گے۔ یہاں تک کہ سب کا معیار زندگی یکساں ہوجائے۔ کاش تم جان سکتے کہ میرے دل میں تمہارا کتنا خیال ہے۔ لیکن میں یہ بات تمہیں عمل کے ذریعہ ہی سمجھا سکتا ہوں۔ خدا کی قسم میں بادشاہ نہیں کہ تم کو غلام بنا کر رکھوں بلکہ ایک بندۂ خدا ہوں (حکمرانی کی) یہ امانت میرے سپرد کی گئی اب اگر میں اسے اپنی ذاتی ملکیت نہ سمجھوں بلکہ تمہاری چیز ہو تمہاری طرف واپس کردوں اور تمہارے پیچھے پیچھے (خدمت کے لئے) چلوں یہاں تک کہ تم اپنے گھروں

؎ طبری۔ تاریخ۔ ص ۲۲۲۰ (حوادث ۱۵ھ) ؛ ابن کثیر: البدایہ والنہایہ جلد ۷ صفحہ ۳۶

واستتبعتكم الى بيتي شقيت بكم[1] بن سیر ہو کر کھا پی سکو تو تمہارے ذریعہ میں نیک بخت بن جاؤں گا اور اگر میں اسے اپنا بناوں اور تمہیں اپنے پیچھے پیچھے چلنے اور اپنے گھر آنے پر مجبور کروں تو تمہارے ذریعہ میرا انجام خراب ہوگا ۔

اسلامی تاریخ بتاتی ہے کہ جب بھی حکمرانوں نے اسلامی ہدایات کو اپنا رہنما بنایا اُس نے اپنی ذمہ داری کو محسوس کیا اور اس کا اعلان کیا ۔

جب عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو آپ کفالتِ عامہ کی ذمہ داری کی گرانباری محسوس کرکے رونے لگے ۔

قالت فاطمة امراته: دخلت عليه وهو في مصلاه دموعه تجري على لحيته فقلت أحدث شئ؟ فقال: "اني تقلدت امر امة محمد فتفكرت في الفقير الجائع والمريض الضائع، والعاري، والمظلوم المقهور، والغريب الاسير والشيخ الكبير وذي العيال الكثير والمال القليل، واشباههم في اقطار الارض فعلمت ان ربي سيسألني عنهم يوم القيامة و ان خصمي دونهم محمد صلى الله عليه وسلم

ان کی بیوی فاطمہ کہتی ہیں کہ ایک بار میں آپ کے پاس گئی آپ جائے نماز پر تھے اور آنسو ٹپک ٹپک کر داڑھی کو تر کر رہے تھے ۔ میں نے پوچھا کیا بات ہوگئی ۔ آپنے فرمایا میں نے پوری اُمت محمدیہ کی ذمہ داری لے لی ہے ۔ لہذا میں بھوکے فقیروں، بے سہارا مریضوں، مجاہدین، مظلوم اور ستم رسیدہ افراد، غریب الدیار قیدیوں، بہت بوڑھے افراد، اور ان لوگوں کے بارے میں سوچ رہا تھا جو کثرت اہل و عیال والے ہیں مگر مالدار نہیں ہیں، اور مختلف علاقوں میں اسی قسم کے دوسرے افراد کے بارے میں متفکر تھا مجھے احساس ہوا کہ عنقریب قیامت کے دن اللہ مجھ سے ان سب کے بارے میں پوچھے گا اور اللہ کے حضور میرے مقابلہ میں ان لوگوں کے وکیل محمد صلی اللہ علیہ سلم ہونگے

[1] ابن کثیر: البدایہ والنہایہ جلد ۷ صفحہ ۴۶؛ اور طبری صفحہ ۶۸ ۲۳ حوادث سنہ ۱۴ھ

الی اللہ فخشیت ان لا تثبت حجتی عند الخصومۃ فرحمت نفسی فبکیت ۔ ۵۱
مجھے ڈر لگا کہ جرح میں میری بات ثابت ہو سکے گی اور میں اپنے اوپر ترس کھا کر رونے لگا ۔

نہ صرف یہ کہ آپ کو اپنی ان وسیع ذمہ داریوں کا پورا شعور تھا ۔ بلکہ آپ نے واضح طور پر اعلان کر دیا تھا کہ ۔

وما احدٌ منکم تبلغنی حاجتہ الا حرصت ان اسد من حاجتہ ما قدرت علیہ ۔ ۵۲
تم میں سے جب کسی کی بھی کسی ضرورت کا علم مجھے ہوگا اس کی ضرورت پوری کرنے کی میں حتی الامکان پوری کوشش کروں گا ۔

اسلامی تاریخ بتاتی ہے کہ اسلامی ریاست کے شہری اپنے حکمرانوں کی اس ذمہ داری سے واقف تھے اور وقت آنے پر ان کو اس ذمہ داری کی ادائیگی کی طرف متوجہ بھی کرتے تھے ۔ اوپر ہم نے امیر معاویہ کے عہد کا ایک واقعہ نقل کیا ہے ۔ ذیل کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے عہد میں بھی اسی قسم کا واقعہ پیش آیا تھا ۔

"عمر بن عبدالعزیز کے عہد میں ایک زبردست قحط پڑا تو عرب سے کچھ لوگ ایک وفد کی شکل میں آپ کے پاس آئے ۔ انھوں نے آپ سے گفتگو کرنے کے لئے ایک آدمی کو منتخب کر لیا ۔ اس شخص نے کہا: " اے امیرالمومنین ہم ایک شدید ضرورت کے سبب آپ کے پاس آئے ہیں ۔ ہمارے جسم کی چمڑی سوکھ گئی کیونکہ اب ہڈیاں بھی نہیں میسر آتیں اور ہماری مشکل کا حل صرف بیت المال کے ذریعہ ممکن ہے ۔ اس مال کی حیثیت تین میں سے ایک ہی ہو سکتی ہے ۔ یا تو یہ خدا کے لئے ہے ، یا بندگانِ خدا کے لئے ، یا آپ کے لئے اگر یہ خدا کے لئے ہے تو خدا کو اس کی کوئی ضرورت نہیں اگر بندگانِ خدا کے لئے ہے تو

---

۵۱ ابن اثیر الکامل جلد ۵ ص ۲۲ ؛ نیز ملاحظہ ہو ۔ ابو یوسف : کتاب الخراج طبع قاہرہ ۱۳۴۶ھ صفحہ ۱۰

۵۲ سیرۃ عمر بن عبدالعزیز لابن عبدالحکیم بتحقیق احمد عبید طبع ۱۳۷۳ھ بحوالہ اشتراکیۃ الاسلام مصنفہ مصطفیٰ السباعی صفحہ ۳۴۹ طبع دمشق ۱۹۶۰ء

اسے ان کو دیدیجئے اور اگر آپ کا ہے تو صدقہ کے طور پر ہمیں دے دیجئے۔ اللہ صدقہ کرنے والوں کو جزائے خیر دے گا۔"

یہ سنکر عمر بن عبدالعزیز کی دونوں آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں اور آپ نے فرمایا کہ اس کی حیثیت وہی ہے جس کا ذکر تم نے کیا ہے اور حکم دے دیا کہ ان لوگوں کی ضروریات بیت المال سے پوری کی جائیں۔ ۵۱

کفالت عامہ کے فریضہ کی عملاً انجام دہی کی متعدد مثالیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں ملتی ہیں۔ جب آپ شام تشریف لے گئے تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے بڑے موثر انداز میں آپ کو یہ بتایا کہ عوام بھوک سے پریشان ہیں۔ آپ نے فوراً مقامی حکام کو حکم دیا کہ ہر مسلمان کے لئے بقدر کفایت غذائی اجناس فراہم کریں۔ ۵۲

سنہ ۱۸ھ کا مشہور قحط۔ جس کی وجہ سے اسلامی تاریخ میں اس سال کا نام 'عام الرمادہ' پڑ گیا ہے ۔ قرن اوّل کی اسلامی ریاست کے لئے ایک آزمائشی موقع تھا۔ اس موقع پر صدر ریاست سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جس احساس ذمہ داری جستی اور تندہی، اور حسنِ انتظام کے ساتھ اپنی ذمہ داریاں ادا کیں وہ ہمیشہ مسلمان حکمرانوں کے لئے ایک نمونہ رہے گا۔ اس قحط کی تفصیلی روداد تو تاریخ کی کتابوں میں دیکھی جا سکتی ہے۔ یہاں اتنا بتانا کافی ہو کہ قحط اتنا شدید تھا کہ نو مہینے تک پورے حجاز میں فقر و فاقہ کا دور دورہ تھا۔ خشک سالی کے سبب پیداوار نہیں ہوئی تھی اور دیہات کی آبادی کا ایک بڑا حصہ شہروں بالخصوص مدینہ میں آبسا تھا کہ شاید وہاں سدِّ رمق کا اہتمام ہو سکے اور فاقہ کشی کی موت سے بچ سکیں۔ باوجود ہر طرح کے اہتمام کے فاقہ کی وجہ سے بکثرت موتیں ہوئیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مدینہ میں غذائی اجناس کی عام تقسیم، اور سرکاری طور پر ہزاروں

---

۵۱ امام غزالی: التبر المسبوک فی نصائح الملوک۔ علی ہامش سراج الملوک۔ لابی بکر محمد بن محمد ابن الولید الفہری الطرطوشی المالکی، مطبع خیریہ۔ مصر ۱۳۰۶ھ صفحہ ۶۱ - ۶۲

۵۲ ابوعبید۔ کتاب الاموال صفحہ ۲۴۶۔ نیز ملاحظہ ہو صفحہ ۲۴۷، ۲۴۸

افراد کے لئے کھانا پکواکر دونوں وقت کھلانے کا انتظام کیا۔ دوسرے علاقوں اور شام جیسے دور دراز ممالک سے غلہ، آٹا، چربی، تیل، وغیرہ اشیاء ضرورت کو اونٹوں کے بلیے پلیے قافلوں پر بار کرا کے منگوایا اور ہزاروں کی تعداد میں مویشی اور اونٹ باہر سے منگواکر ذبح کرائے۔ پورے قحط زدہ علاقہ میں لوگوں کو اذن عام دے دیا کہ ان قافلوں سے ضرورت کے مطابق چیزیں لے لیں۔ آپ نے قحط اور فاقہ کی بلا کا مقابلہ اس اہتمام کے ساتھ کیا جس طرح بڑی بڑی جنگیں لڑی جاتی ہیں۔ ان انتظامات کی آپ شخصی طور پر نگرانی کرتے تھے، اور کام کرتے کرتے آپ کی حالت ایسی ہوگئی کہ بعد میں لوگ یہ کہہ اٹھے کہ

لولم یرفع اللہ المحل	اگر اللہ عام الرمادہ میں قحط نہ دور کر دیتا تو ہمیں
عام الرمادہ لظننّا ان عمر یموت	اندیشہ تھا کہ عمر مسلمانوں کے اس مسئلہ کی فکر کرتے
همّا بامر المسلمین	کرتے مرجائیں گے۔

دن بھر ان کاموں میں مصروف اور پریشان رہتے، پھر راتوں میں رزّاق مطلق اور رب العالمین کے حضور سجدہ ریز ہوکر دعائیں کرتے، اور خود عام مسلمانوں کی مصیبت میں پوری طرح شریک ہونے کی خاطر گھی اور گوشت کا استعمال ترک کر دینے کے سبب آپ کی صحت خراب ہوگئی اور رنگ سیاہ پڑگیا۔ [۱]

کفالت عامہ کی ذمہ داری کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تصوّر اتنا وسیع اور ہمہ گیر تھا کہ آپ فرماتے تھے کہ اگر کوئی جانور بھی بھوک کی وجہ سے مرگیا تو مجھے اندیشہ ہے اللہ تعالے کے حضور مجھے اس کے لئے جواب دہ ہونا پڑے گا!

لومات حملٌ ضیاعاً علی شط الفرات	اگر شط الفرات میں کوئی اونٹ بے سہارا ہوکر مرجائے تو مجھے
لخشیت ان یسألنی اللہ عنہ [۲]	ڈر ہے کہ اللہ مجھ سے اس کے بارے میں جواب طلب کریگا۔

---

[۱] مزید تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو۔ محمد ابن سعد: الطبقات الکبریٰ۔ طبع بیروت ۱۹۵۷ء جلد ۳ صفحات ۳۱۰ تا ۳۲۴؛ طبری: تاریخ واقعات ۱۸ھ اور ابن کثیر: البدایہ والنہایہ۔ جلد ۷ صفحہ ۹۰-۹۲

[۲] محمد بن سعد۔ بحوالہ بالا صفحہ ۳۰۵، تاریخ طبری طبع بریل (لیدن) ۱۸۹۳ء صفحہ ۲۷۳۸ (واقعات ۲۳ھ)

لومات کلب علی شاطی الفرات جوعًا لکان عمر مسئولا عنه یوم القیامہ ۵۱

اگر دریائے فرات کے کنارے کوئی کتا بھی بھوک سے مرجائے تو قیامت کے دن عمر سے اس کے بارے میں جواب طلبی ہوگی۔

وکان یقول لوضاعت شاۃ بالفرات لخشیت ان أسأل عنہا یوم القیامۃ ۵۲

آپ فرمایا کرتے تھے اگر فرات کے کنارے کوئی بکری بھی ضائع ہوجائے تو مجھے اندیشہ ہے کہ قیامت کے دن مجھ سے اس کے بارے میں جواب طلب کیا جائے گا۔

کفالتِ عامّہ اور قیام عدل کی ذمّہ داریوں کو بتمام وکمال سے ادا کرنے کے لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ پروگرام بنایا تھا کہ ایک سال تک پوری اسلامی مملکت کا دورہ کر کے حالات کا جائزہ لیں۔ چنانچہ آپ نے فرمایا۔

"اگر میں زندہ رہا انشاء اللہ، تو ایک سال تک اپنی رعایا کے درمیان دورہ کروں گا کیونکہ میں جانتا ہوں کہ عوام کی بعض ضروریات ایسی ہیں جن کی خبر مجھ تک نہیں پہنچ پاتی۔ ان کے مقامی حاکم مجھے ان ضروریات سے باخبر نہیں رکھتے اور خود وہ لوگ مجھ تک پہنچ نہیں پاتے۔ میں پہلے شام جاؤں گا اور وہاں دو ماہ ٹھہروں گا۔ پھر الجزیرہ جاؤں گا اور وہاں دو مہینہ قیام کروں گا۔ پھر مصر جاؤں گا اور وہاں بھی دو مہینہ تک رہوں گا۔ پھر بحرین جاؤں گا اور دو مہینہ وہاں رہوں گا' پھر کوفہ جاؤں گا اور وہاں دو مہینہ قیام کروں گا پھر بصرہ جاؤں گا اور دو ماہ وہاں ٹھہروں گا۔ خدا کی قسم یہ سال کتنا اچھا ہوگا۔" ۵۳

مگر شہادت نے آپ کو اس پروگرام کے مطابق عمل کرنے کا موقع نہ دیا۔ خود مدینہ میں آپ اہلِ حاجت

---

۵۱ توفیق الرحمٰن، مطبوعہ مصر صفحہ ۳۴ بحوالہ اسلام کا زرعی نظام مصنفہ مولانا محمد تقی امینی صفحہ ۸۸

۵۲ محمد بن محمد بن احمد القرشی المعروف بابن الاخوۃ: کتاب معالم القربۃ فی احکام الحسبۃ طبع لندن ۱۹۳۸ء صفحہ ۲۱۶

۵۳ طبری۔ تاریخ۔ بحوالہ بالا صفحہ ۱۸۹۳ (حوادث ۲۳ھ)

کا پتہ لگانے اور اُن کی حاجت روائی کا اہتمام کرنے کے لئے راتوں میں گشت لگایا کرتے تھے [۱]

آپ اپنے ماتحت حکام اور والیوں کو بھی اس ذمہ داری کی طرف متوجہ کرتے رہتے تھے۔ بصرہ کے والی ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ جب ایک وفد کے ساتھ آپ سے ملاقات کے لئے آئے تو آپ نے ان لوگوں کو ہدایت کی کہ

الا وا وسعوا الناس فی بیوتھم	سنو! لوگوں کے گھروں میں ان کے لئے فراخی کا سامان
واطعموا عیالھم [۲]	فراہم کرو اور اُن کے متعلقین کو کھلانے کا سامان کرو

کفالت عامہ کی ذمہ داری صرف مسلمان شہریوں تک محدود نہیں سمجھی جاتی تھی بلکہ غیر مسلم رعایا کو بھی اس سلسلہ میں وہی حیثیت حاصل تھی جو مسلمانوں کی تھی۔ حضرت عمرؓ نے بیت المال کے نگراں کو ہدایت کی تھی کہ ضرورت مند اہل ذمہ کا پتہ لگا کر ان کی ضروریات کی تکمیل کا اہتمام کیا جائے۔

مرّ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بباب قوم وعلیہ سائل یسأل شیخ کبیر ضریر البصر۔ فضرب عضدہ من خلفہ وقال: من ای اھل الکتاب انت؟ فقال یھودیٌ۔ فقال ما الجأک الی ما اری؟ قال السأل الجزیۃ والحاجۃ والسن۔ قال فاخذ عمر بیدہ و ذھب بہ الی منزلہ فرضخ لہ بشئ من المنزل ثم ارسل الی خازن بیت المال فقال: انظر ھذا وضرباءہ فواللہ انصفنا ان اکلنا شبیبتہ ثم نخذلہ	عمر بن الخطاب کا گذر کسی کے دروازہ پر ہوا جہاں ایک سائل بھیک مانگ رہا تھا، ایک بوڑھا آدمی جس کی بصارت زائل ہو چکی تھی، آپ نے پیچھے سے اس کے بدن کو ٹھوکا اور پوچھا تم کس مذہب کے اہل کتاب ہو۔ اس نے جواب دیا کہ یہودی ہوں۔ آپ نے پوچھا: تمہیں کس چیز نے ایسا کرنے پر مجبور کیا؟ اس نے جواب دیا کہ میں بڑھاپے، ضرورت مندی اور جزیہ کی وجہ سے بھیک مانگ رہا ہوں۔ راوی کہتا ہے کہ عمر اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے گھر لے گئے اور اپنے گھر سے اسے کچھ دیا۔ پھر آپ نے بیت المال کے خزانچی کو بلوایا، اور اُن سے کہا: "اس کا اور اس جیسے دوسرے افراد کا خیال رکھو۔ کیونکہ خدا کی قسم یہ بات انصاف سے بعید ہے کہ ہم ان کی جوانی میں ان سے (جزیہ وصول کرکے)

[۱] ایضاً صفحہ ۲۷/۳۴ (حوادث ۲۳ھ) [۲] طرطوشی: سراج الملوک۔ بحوالہ بالا۔ صفحہ ۱۰۹

عند الهرم ۔ ۵۱ کھائیں اور بڑھاپے میں انھیں بلا سہارا چھوڑ دیں ۔

شام کے سفر میں آپ کو راستہ میں کچھ عیسائی ملے جو جذام میں مبتلا تھے ۔ آپ نے ان کی معذوری کے پیشِ نظر اُن کے لئے روزینہ جاری کرنے کا حکم دے دیا ۔ ۵۲

غیر مسلم رعایا کی ضروریات کی تکمیل کا یہ اہتمام صرف حضرت عمر کی شفقت کا نتیجہ نہ تھا بلکہ ابتدا ہی سے یہ اسلامی ریاست کی معاشی پالیسی کا ایک اہم اصول تھا ۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں حضرت خالد بن ولید نے اہل حیرہ کے ساتھ جو عیسائی تھے، جو معاہدہ کیا تھا اس کی ایک دفعہ یہ بھی تھی ۔

وجعلت لهم ایما شیخٌ ضعف عن العمل واصابته آفةٌ من الآفات او کان غنیاً فافتقر وصار اهل دینه یتصدّقون علیه طرحت جزیته وعُیّل من بیت مال المسلمین وعیاله ما اقام بدار الهجرة ودار الاسلام ۔ ۵۳	میں نے ان کا یہ حق تسلیم کیا ہو کہ ایسا بوڑھا آدمی جو محنت کرنے سے معذور ہو جائے یا جس پر کوئی مرض یا مصیبت آپڑے جو پہلے مال دار رہا ہو اور اب ایسا غریب ہو جائے کہ اس کے ہم مذہب اسے خیرات دینے لگیں اس کا جزیہ ساقط کر دیا جائے گا اور جب تک وہ دار الہجرۃ اور دار الاسلام میں رہیگا اس کے اور اس کے اہل وعیال کے جملہ مصارف مسلمانوں کے بیت المال سے پورے کئے جائیں گے ۔

اوپر جو احادیث و آثار نقل کی گئی ہیں اُن کا تعلق زیادہ تر غذا و مکان جیسی بہت ہی بنیادی ضروریات سے معلوم ہوتا ہے ۔ اگرچہ بعض احادیث میں ادائے قرض کا بھی ذکر آتا ہے، اور سرپرستی (ولایت) کی احادیث کا تعلق ہر طرح کی بنیادی ضروریات سے معلوم ہوتا ہے بعض دوسری روایات سے غذا و مکان کے علاوہ دوسری ضروریات کی تکمیل کے اہتمام کا بھی ثبوت ملتا ہے ۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بچوں کی تعلیم کے لئے معلّم مقرر کئے تھے جن کو بیت المال سے تنخواہ دی جاتی تھی ۔

---

۵۱ ابو یوسف: کتاب الخراج صفحہ ۱۵۰-۱۵۱ ۵۲ بلاذری: فتوح البلدان صفحہ ۱۳۵ ۵۳ ابو یوسف: کتاب الخراج صفحہ ۱۷۲

عن الوضیف بن عطاء قال	وضیف بن عطاء سے مروی ہو کہ انھوں نے کہا ہے
ثلٰثة کانوا بالمدینة یعلمون الصبیان	کہ مدینہ میں تین آدمی بچّوں کو تعلیم دیا کرتے تھے اور
وکان عمر بن الخطاب یرزق کل واحدٍ	عمر بن الخطاب ان میں سے ہر ایک کو ۱۵ درہم ماہانہ
منهم خمسة عشر درهمًا کل شهر۔ [۵۱]	دیا کرتے تھے۔

حضرت عمر بن عبد العزیز نے بیت المال سے مقروض افراد کے قرض ادا کرنے، غیر شادی شدہ غریب افراد کی شادی کے سلسلہ میں مالی امداد دینے کی ہدایت جاری کی تھی [۵۲]۔ آپ نے بھی دیہات کے مسلمانوں کی تعلیم و تربیت کے لئے تنخواہ دار معلّم مقرر کئے تھے [۵۳] اور قرآن کا علم حاصل کرنے والوں کے لئے وظیفے مقرر کئے تھے [۵۴]۔ آپ معذور، زمن مریضوں اور اندھوں کے لئے خادم فراہم کرتے تھے تاکہ وہ ان کی خدمت کریں [۵۵]۔ آپ نے کوفہ کے والی کو یہ بھی لکھا تھا کہ بیت المال کے فاضل مال سے ان غریب افراد کو امداد دی جائے جو شادی کرنے کے سلسلہ میں ضروری اخراجات کے لئے مال کے محتاج ہوں [۵۶]۔ آپ نے اپنے ایک عامل کو مسافرخانے بنواتے کا حکم دیا تھا جہاں مسافروں کو قیام و طعام مفت فراہم کیا جائے [۵۷]۔

ان آثار و احادیث کی روشنی میں یہ بات بالکل واضح ہے کہ اسلامی ریاست کی ذمّہ داری ہو کہ محروم اہل حاجت کی حاجت روائی کا اہتمام کرے۔ سلطان کے فرائض پر اظہار خیال کرنے والے متعدد مفکرین نے اس فرض کی صراحت کی ہو۔ جن مفکرین نے اسے 'فرائض امیر' میں نہیں شمار کیا ہو۔ مثلاً ماوردی اور ابو یعلیٰ۔ ان کے پیش نظر غالباً یہ مفروضہ رہا ہے کہ زکوٰۃ اور صدقات واجبہ کی تحصیل و تقسیم سے یہ مقصد بتمام و کمال حاصل ہو جائے گا۔

---

۵۱ کنز العمال جلد ۲ ۵۲ ابو عبید کتاب الاموال صفحہ ۲۵۱ ۵۳ ایضاً صفحہ ۲۶۲

۵۴ ایضاً صفحہ ۲۶۱ ۵۵ ابن عبد الحکیم: سیرۃ عمر بن عبد العزیز بحوالہ مصطفیٰ السباعی: اشتراکیۃ الاسلام صفحہ ۳۵۱ ۵۶ ایضاً صفحہ ۳۵۲؛ نیز ابو عبید کتاب الاموال صفحہ ۲۵۱ ۵۷ ابن اثیر: الکامل جلد ۶ صفحہ ۲۲

امام غزالی لکھتے ہیں[۵۱]:۔

ویجب علی السلطان انه متی وقعت رعیته فی ضائقة و وصلوا فی شدة وفاقة ان یغیثهم لا سیما فی اوقات القحط وغلاء الاسعار حیث یعجزون عن التعیش ولا یقدرون علی الاکتساب فینبغی حینئذ للسلطان ان یغیثهم بالطعام ویسعدهم من خزائنهم بالمال۔

سلطان پر یہ واجب ہو کہ جب اس کی رعایا کسی تنگی میں مبتلا ہو جائے اور فاقہ و مصیبت سے دوچار ہو تو ان کی مدد کرے، بالخصوص قحط اور گرانی کے زمانہ میں کیونکہ ایسے حالات میں لوگ کسب معاش میں ناکام رہتے ہیں اور کچھ نہیں پیدا کر سکتے۔ ایسے حالات میں سلطان کو چاہیئے کہ ان کو کھانا فراہم کرے اور ان کے خزانے سے انھیں مال دے کر ان کی حالت بہتر بنائے۔

ایک دوسرے مصنف نے لکھا ہے۔

ولا یدع فقیرًا فی ولایته الا اعطاه ولا مدیونًا الا قضی عنه دینه ولا ضعیفًا الا اعانه، ولا مظلومًا الا نصره، ولا ظالمًا الا منعه من الظلم، ولا عاریًا الا کساه کسوة۔[۵۲]

(امیر کو چاہیئے کہ) اپنی ولایت کی حدود میں بسنے والے ہر مفلس کو (مال) دے، ہر مقروض کا قرض ادا کرے، ہر کمزور کو سہارا دے، ہر مظلوم کی مدد کرے، ہر ظالم کو ظلم سے روکے، اور ہر ننگے کو کپڑا پہنائے۔

ایک دوسرے محقق نے لکھا ہے۔

"واضح رہے کہ ہر انسان کے لئے خواہ وہ مرد ہو یا عورت، تین چیزیں مع اپنے لوازم کے ناگزیر ہیں، ان کے بغیر اس کے لئے زندگی کا قیام اور اپنے پروردگار کی عبادت کی طرف یکسوئی کے ساتھ توجہ اور بقائے نسل ممکن نہیں۔ لہذا امام کے لئے ضروری ہے

---

۵۱ امام غزالی: التبر المسبوک بحوالہ بالا صفحہ ۹۴ ۵۲ سید علی زادہ حنفی شرح "شرعة الاسلام" بحث فرائض امیر بحوالہ "اسلام کا اقتصادی نظام" مصنفہ مولانا حفظ الرحمٰن طبع ۱۹۴۲ صفحہ ۱۲۴

کہ ان تین چیزوں کو ہر فردِ انسانی کے اس کے حالات اور صلاحیتوں کی مناسبت سے فراہم کرے، امیر و غریب، مرد و عورت سب کے لئے۔ ان میں پہلی چیز کھانا اور پینا ہے، کہ یہ اس کی زندگی کا ذریعہ ہے، اس کے بغیر اس کا زندہ رہنا ممکن نہیں۔ دوسری چیز کپڑا ہو خواہ وہ روئی کا ہو یا اون وغیرہ کا' اور تیسری چیز نکاح ہے، کیونکہ یہ بقاء نسل کا ذریعہ ہے۔ [1]

اس مسئلہ میں اصولی بات یہ ہے کہ ہر فرد کی بنیادی ضروریات کی تکمیل پورے اسلامی معاشرہ پر ایک فرض کفایہ ہے۔ اور فرض کفایہ کی بقدر کفایت تکمیل کی ذمہ داری بالآخر ریاست کے سر آتی ہے۔ یہ مقصد — ہر فرد کی بنیادی ضروریات زندگی کی تکمیل — جس حد تک افراد کے اپنے وسائل اور محنت، اور پھر معاشرہ کے رضاکارانہ تعاون سے نہ حاصل ہو سکے اس حد تک ریاست کو اپنے زیر اہتمام حاصل کرنا ہوگا تاکہ شریعت کا منشا پورا ہو جائے۔ بعض فقہا نے اس اصولی بات کی صراحت بھی کر دی ہے۔ امام نووی لکھتے ہیں۔ [2]

"فرض کفایہ میں شامل ہے ... مسلمانوں کی تکالیف دور کرنا۔ مثلاً ننگے کو کپڑا پہنانا اور بھوکے کو کھانا کھلانا، جب کہ یہ ضروریات زکوٰۃ اور بیت المال کے ذریعہ نہ پوری ہو رہی ہوں ..."

منہاج کے شارح رملی اس بیان پر یہ سوال اٹھاتے ہیں کہ

"کیا 'تکلیف دور کرنے' (دفع ضرر) سے مراد اس مقدار کی فراہمی ہے جس سے سدِ رمق ہو جائے یا بقدر کفایت فراہمی مراد ہے"

اور اس سوال کا جواب یہ دیتے ہیں کہ۔

اس بارے میں دو رائیں ہیں، جن میں صحیح رائے دوسری ہے (چنانچہ ایسا لباس فراہم

[1] مختار الکونین محولہ اسلام کا اقتصادی نظام مصنفہ مولانا محمد حفظ الرحمٰن طبع ۱۹۴۲ء ص ۱۵۳ - ۱۵۴

[2] ابو ذکریا یحییٰ بن شرف النووی: منہاج الطالبین طبع دار الاحیاء الکتب العربی۔ مصر ۱۳۴۳ھ ص ۱۲۵

کرنا ضروری ہے جس سے پورا بدن ڈھک سکے، اور جو جاڑے اور گرمی کے حالات کے لئے موزوں ہو نیز کھانے اور کپڑے کے ساتھ وہ چیزیں بھی شامل ہیں جو اتنی ہی ضروری ہوں، مثلاً طبیب کا معاوضہ، دوا کی قیمت، اور معذور کے لئے ملازم جیسا کہ ظاہر ہے" ۔ ۵ا

اوپر ذکر کیا جا چکا ہے کہ ۱۸ھ کے شدید قحط کے زمانہ میں حضرت عمرؓ نے مدینہ میں سرکاری طور پر کھانا پکوا کر تمام ضرورتمند لوگوں کو کھلانے کا اہتمام کیا تھا اور اس انتظام کی نگرانی خود کرتے تھے۔ انہی دنوں ایک واقعہ یہ پیش آیا کہ

کان عمر بن الخطاب یطعم الناس بالمدینة وھو یطوف علیھم بیدہ عصًا۔ فمر برجلٍ یاکل بشماله فقال: یا عبد الله کل بیمینك: قال: یا عبد الله انھا مشغولة قال فمضٰی ثم مر به وھو یاکل بشماله فقال یا عبد الله کل بیمینك قال یا عبد الله انھا مشغولة ثلاث مرات - قال: وما شغلھا؟ قال: اُصیبت یوم مؤتة قال فجلس عمر عندہ یبکی، فجعل یقول له من یوضئك؟ من یغسل راسك وثیابك من یصنع کذا وکذا؟ فدعاله بخادم وامرله براحلةٍ و طعام وما یصلحهٗ وما ینبغی لهٗ حتی	عمر بن الخطاب مدینہ میں لوگوں کو کھانا کھلا رہے تھے۔ آپ ہاتھ میں ایک لاٹھی لئے اُن کے درمیان گشت کر رہے تھے۔ اسی دوران آپ کا گذر ایک ایسے آدمی کے پاس سے ہوا جو بائیں ہاتھ سے کھانا کھا رہا تھا۔ آپ نے اس سے کہا: "بندۂ خدا، دائیں ہاتھ سے کھا" اُس نے جواب دیا "بندۂ خدا، وہ ہاتھ مشغول ہے" آپ آگے بڑھ گئے۔ دوبارہ وہاں سے گذرے تو پھر دیکھا کہ وہ بائیں ہاتھ سے کھا رہا ہے۔ آپ نے اس سے پھر کہا، بندۂ خدا، دائیں ہاتھ سے کھا۔ اس نے کہا بندۂ خدا وہ ہاتھ مشغول ہے اُس نے تین بار یہی جواب دیا۔ آپ نے پوچھا کس کام میں مشغول ہے" اُس نے جواب دیا کہ وہ ہاتھ موتہ کی لڑائی میں کام آگیا۔ راوی کہتا ہے کہ یہ سُن کر عمرؓ اُس کے پاس بیٹھ گئے اور رونے لگے اُس سے پوچھنے لگے کہ تم کو وضو کون کراتا ہے، تمہارا سر کون دھوتا ہے، کپڑے کون دھوتا ہے، فلاں اور فلاں کام کون کرتا ہے؟ پھر آپ نے اس کے لئے ایک ملازم منگوایا اور اُسے ایک سواری

۵ا شہاب الدین احمد الرملی: نہایۃ المحتاج الی شرح المنہاج جلد ۶ ص ۱۹۴

فرفع اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم اصواتهم یدعون الله لعمر رضـ مما راوا من رقته بالرجل واهتمامه بامر المسلمین" [1]

دلوائی اور کھانا اور دوسرے سامانِ ضرورت دلوائے یہانتک کہ اس آدمی کے ساتھ آپکا سلوک اور مسلمانوں کی بہبود کے لئے عمرؓ کا اہتمام دیکھ کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ بلند آواز سے عمر کے لئے اللہ سے دعائیں کرنے لگے۔

اس واقعہ سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ معذور افراد کو خادم فراہم کرنا بھی اُسی اصول کے تحت آتا ہے جس اصول کے تحت بھوکے کو کھانا کھلانا۔

یہ بات کہ وہ بنیادی ضروریات کیا ہیں جن کی تکمیل کا اہتمام ضروری ہو، مقاصد شریعت کو سامنے رکھتے ہوئے مذکورہ بالا آثار و احادیث کی روشنی میں طے کی جائے گی۔ غذا، لباس اور سر چھپانے کے لئے مکان ایسی ضروریات ہیں جن کی تکمیل نہ ہو تو آدمی کی جان چلی جانے کا اندیشہ ہے یہی حیثیت مریض کے لئے علاج کی ہے۔ چونکہ "قیام حیات" شریعت کے اولین مقاصد میں سے ہے لہذا ان چاروں ضروریات کی تکمیل کو لازماً کفالتِ عامّہ کے اصول میں شامل سمجھنا چاہیئے۔

ان اہم ترین ضروریات کے علاوہ بعض اور ضروریات ہیں جن کو اس فہرست میں شامل کرنے پر غور کیا جا سکتا ہے۔ مذکورہ بالا آثار میں معذور افراد کے لئے خادم فراہم کرنے کا ذکر آیا ہے۔ یہ ضرورت ایسی ہے کہ اگر معذور فرد اپنے اہلِ خاندان کے تعاون سے یا خود اپنے مال کے ذریعہ خادم رکھ کر گذارا نہ کر سکتا ہو تو معاشرہ کو اس کی یہ ضرورت پوری کرنی چاہیئے۔ اگر اسے نہ پورا کیا گیا تو اُس کے لئے زندگی گذارنا ممکن نہیں رہے گا۔ ہاتھ پاؤں سے معذور افراد، اندھے، مزمن امراض میں مبتلا افراد کے لئے ایسے ادارے قائم ہونے چاہئیں جہاں اُن کی خدمت اور دیکھ بھال کا اجتماعی طور پر انتظام ہو۔ ایسے ادارے معاشرہ میں افراد کے رضاکارانہ تعاون سے بھی قائم ہو سکتے ہیں اور ریاست کے زیر اہتمام بھی چلائے جا سکتے ہیں۔ بالآخر یہ ذمہ داری اسلامی ریاست کی ہوگی کہ ہر معذور فرد کو کوئی مناسب سہارا مل جائے۔

---

[1] امام محمد بن الحسن الشیبانی کتاب الآثار حدیث نمبر ۸۵۲ ترجمہ اردو۔ نشر کردہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی ص ۲۱ - ۳۲۰

اس ضرورت کو علیحدہ سے شمار کرنے کی بجائے اسے علاج کے وسیع مفہوم میں شامل سمجھا جا سکتا ہے

ایک اور اہم ضرورت "تعلیم" کی ضرورت ہے۔ ہر مسلمان کے لئے اسلامی تعلیمات کا علم حاصل کرنا فرضِ عین ہے، اور اسلامی ریاست کے اہم ترین فرائض میں مسلمانوں کو اسلامی طرزِ زندگی کی تعلیم دینا شامل ہے یہاں اس فرض سے بحث نہیں بلکہ اس بات پر زور دینا مقصود ہے کہ دورِ جدید میں ریاست اس فرض کو ادا کرنے میں اُسی وقت کامیاب ہو سکتی ہے جب وہ اپنے شہریوں کی عام تعلیم یعنی پڑھنا اور لکھنا سکھانے کا اہتمام کرے اس کا اہتمام قرنِ اول کی اسلامی ریاست بھی کرتی تھی، جیسا کہ اوپر نقل کئے ہوئے آثار سے واضح ہوتا ہے

عام تعلیم ایک شعوری دینی زندگی اور کامیاب دنیوی زندگی کے لئے ضروری ہے۔ پھر یہ دین کا علم حاصل کرنے کا ناگزیر ذریعہ بھی بن چکی ہے۔ اس کے ماسوا ہر جمہوری سماج کی طرح اسلام کے شورائی نظامِ حکومت کی صحت اور استحکام کے لئے یہ بہت ضروری ہے کہ عام شہری تعلیم یافتہ ہوں، عام شہری کو حکومت پر صحت مند تنقید کرنے، ملک کے مختلف مسائل میں اپنی رائے قائم کرنے اور مشاورت میں حصہ لینے کے لئے بغیر تعلیم کے نہیں تیار کیا جا سکتا۔ ان دلائل اور مصالح کے پیشِ نظر دورِ جدید کی ایک اسلامی ریاست کو اپنے شہریوں کی تعلیم کو بھی ان کی بنیادی ضروریات میں شامل سمجھنا چاہیئے۔

مذکورہ بالا آثار میں دو اور ضرورتوں کا ذکر آیا ہے۔ مقروض افراد کے قرضوں کی ادائیگی اور شادی کے قابل غریب افراد کو شادی کرنے کے لئے مالی امداد۔

مقروض افراد کو ادائے قرض کے لئے مالی امداد دینے کے بارے میں کوئی عام اصول وضع کرنا مشکل ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے جس بات کا ثبوت ملتا ہے وہ صرف یہ ہے کہ اگر ریاست کے خزانہ میں، دوسری ضروریات کی تکمیل کے بعد، گنجائش ہو تو وہ ان مرنے والوں کے قرضے ادا کرنے کی ذمہ داری لے لے جنھوں نے اتنا ترکہ نہ چھوڑا ہو جو ادائے قرض کے لئے کافی ہو۔ اس کے علاوہ قرض کے بارسے پریشان افراد کو زکوٰۃ کے مال میں سے ادائے قرض کے لئے مالی امداد دی جانی چاہیئے ان مخصوص حالات کے علاوہ، ریاست پر یہ بار نہیں ڈالا جا سکتا کہ وہ ہر مقروض فرد کا قرض ادا کرے کیونکہ اس سے گوناگوں مفاسد پیدا ہو سکتے ہیں، ماسوا اس بار کے جو ریاست کے خزانہ پر پڑے گا۔

غذا، لباس، مکان، علاج اور تعلیم کی جن بنیادی ضروریات کی تکمیل کو ہم نے بالآخر اسلامی ریاست کی ذمہ داری قرار دیا ہے ان کے سلسلہ میں یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ ان کی وہ کم سے کم مقداریں کیا ہیں جن کی فراہمی اس ذمہ داری کی ادائیگی کے لئے ضروری سمجھی جائے گی۔ اس سوال کا اصولی جواب یہ ہے کہ غذا، لباس اور مکان کی ضرورتیں کم سے کم اس حد تک پوری کی جانی چاہئیں کہ بھوک، پیاس، سردی یا گرمی کی شدت اور بارش وغیرہ کے نتیجہ میں فرد کی جان جانے کا اندیشہ نہ باقی رہے اور اس کے اندر اتنی طاقت بحال رہے کہ وہ کسبِ معاش کی جدّوجہد کر سکے۔ اس اصولی بات سے آگے بڑھکر اشیاءِ مطلوبہ کی کیفیت یا کمیت کے بارے میں کوئی صراحت کرنا دشوار ہے ان کی تعیین احوال وظروف پر مبنی ہو گی۔ جہاں تک مریض کے علاج کا تعلق ہے ایسا انتظام کیا جانا چاہیئے کہ محروم افراد ملک کی عام معاشی سطح کے مطابق ضروری طبّی خدمات اور دوائیں مفت حاصل کر سکیں۔ تعلیم کم از کم اتنی ہونی چاہیئے کہ ہر فرد پڑھنا اور لکھنا سیکھ لے۔ قرآن کا ناظرہ پڑھنا، اسلام کی بنیادی تعلیمات سے واقفیت، جاہلیت اور اسلام کے درمیان تمیز کی صلاحیت اور عبادات کے طریقے اور عام معاملاتِ زندگی میں اسلامی حدود سے آگاہی ابتدائی اسلامی تعلیم کے لازمی معیار میں شامل ہیں۔ ظاہر ہو کہ اس کم سے کم سطح سے آگے بڑھ کر دینی اور دنیوی علوم وفنون کی اچھی سے اچھی تعلیم دینا ہر ریاست کا مطمحِ نظر ہونا چاہیئے۔ لیکن ہم یہاں صرف کم سے کم اور لازمی معیار پر گفتگو کر رہے ہیں۔

یہ سوال بھی اٹھایا جا سکتا ہو کہ ریاست یہ انتظامات عملاً کس طرح کرے گی۔ اس بات کی کیا ضمانت ہوگی کہ افراد انتظامات سے بے جا اور بغیر استحقاق فائدہ نہیں اٹھائیں گے یا کاہلی اور بے عملی کے ذریعہ خود کو محروم بنانے کی کوشش نہیں کریں گے۔ لیکن جدید متمدن ممالک اور موجودہ فلاحی ریاستوں (WELFARE STATES) کے تجربوں کی روشنی میں ان مسائل کا حل بآسانی ممکن ہو۔ ان انتظامات سے بے جا فائدہ اٹھانے کا سدِّباب اخلاقی تربیت، رائے عامہ کے دباؤ اور تعزیری سزاؤں کے ذریعہ کیا جا سکتا ہو۔ قابلِ کار محروم افراد کو ان ضروریات کی تکمیل کے پہلو بہ پہلو کام کرنے پر بھی مجبور کیا جا سکتا ہے۔ (باقی)